Title – RISALA NEKI KI FITRAT KE BAYAAN MEIN'.

Creator – Henry Richard Williams ; Mutarjuma Munshi Shanshi Dayal.

Publisher – Matba Nagais Qanoon Hind Allahabad

Date – 1893.

Subjects –

Pages – 16.

ویل للذین یقولون القبیح حسناً والحسن قبیحاً

ایک

رسالہ

نیکی کی فطرت کے بیان مین

جسکو

ہنری رچرڈ ولیمس ہیڈ ماسٹر ہائی اسکول شاہجہان پور نے

زبان انگریزی سے اردو مین ترجمہ کیا

منشی شنبھو دیال مہتمم مطبع کے اہتمام سے

مطبع نظائر قانون ہند الہ آباد مین چھپا

۱۸۹۳ء

رسالہ دوم

نیکی کی فطرت کے بیان مین

ذی حیات کا ایسے قانون کے جو نیک و بد مین امتیاز کرتا ہو زیر حکم ہونے کی لیاقت رکھنا اس امر پر موقوف ہے کہ وہ طبیعت ممیزہ سے اور ادراک اور فعل کے قواے ممیزہ سے مزین ہون۔ حیوانات غیر ذی عقل انواع اقسام کے میلان اور خواہشون سے متاثر اور متحرک ہوتے ہین اور ہماری بھی یہی کیفیت ہے۔ مگر علاوہ اسکے ہمکو افعال اور خواص پر فکر کرنے کی اور اونکو اپنے فکر کا مطمح نظر بنانے کی قابلیت حاصل ہے اور ایسا کرنے مین بالطبع اور ناگزیر ہم بعض افعال کو مخصوص اس نظر سے کہ وہ نیک اور مستوجب جزا ہین پسند اور بعض کو باعتبار بد اور مستوجب سزا ہونے کے ناپسند کرتے ہین۔ اس امر کا ادعان کہ ہم پسند کرنے اور ناپسند کرنے کی قوت ممیزہ سے مزین ہین وجوہات ذیل سے حاصل ہے۔ اول یہ کہ ہم اوسکا تجربہ اپنی ذات خاص مین کرتے ہین اور اوسکا برتاؤ آپس کے سلوک مین دیکھتے ہین۔ دوم کہ ہم اس قوت کو بالضرور ریاکارون کے

اوضاع کی نسبت کہ آیا پسندیدہ ہین یا ناپسندیدہ نیز عمل مین لاتے ہین۔
سوم کہ الفاظ واجب اور ناواجب اور مرغوب اور نامرغوب اور لائق اور
نالائق اور اسی معنی کے اور الفاظ ہر زبان مین افعال اور اوضاع کی نسبت
مستعمل ہین چہارم بہت سے مذاہب اخلاقیہ سے جو تدوین کئے گئے ہین
امر مذکور کا مسلّم ہونا نکلتا ہے کیونکہ یہ گمان ہرگز نہین ہوسکتا کہ ان جمیع مصنّفین
کی تصنیفات مین اس قسم کے الفاظ جو مستعمل ہوئے ہین مطلقاً کچھہ معنی نہین
رکھتے یا یہ کہ اونکے معنی صرف ظنّی ہین پنجم یہ کہ احسان کا ادراک جو ہمکو بالطبع
حاصل ہے نیک سلوک کا صرف ذریعہ ہونے اور اوسکی خودنیت کرنے کے
درمیان امتیاز کئے جانے پر دلالت کرتا ہے ششم یہ کہ ہر شخص ارادةً اور
بلاارادہ ضرررسانی کے درمیان اسی قسم کا فرق کرتا ہے اور بقول ہاب صاحب
یہ امر انسان سے خصوصیت رکھتا ہے اور نیز یہ کہ درمیان ضرر پہونچانے اور
سزا سے واجب دینے کے ہمیشہ امتیاز کیا جاتا ہے اور یہ امتیاز صریحاً طبیعی
ہے اور قطع نظر اسکے کہ قوانین انسانی پر لحاظ کیا جاے پیدا ہوتا ہے۔ اور
ظاہر ہے کہ بیشتر روزمرہ کی بول چال اور آپس کے سلوک نے جو کل دنیا مین
مُروّج ہے ایسی قوت ممیزہ کے تسلیم کئے جانے پر جسکو خواہ نور باطن یا عقل
عملی یا عقل ممیزہ یا عقل الٰہی کہئے اور خواہ اوسکو اندیشہ عقل یا ادراک ضمیر یا دونون
سے مرکب سمجھئے (اور یہ امر حق معلوم ہوتا ہے) بنا پائی ہے اور بیشتر تو اس امر
مین شبہہ ہرگز نہین رہتا کہ یہ قوت یعنی تمیز کی قوت عملیہ جو ہم مین ہے کس طرح
کے افعال پسند اور کس طرح کے ناپسند کرتی ہے کیونکہ اگرچہ نیکی کی ماہیت مین

بہت سی نزاع ہے اور گو امور جزئیہ مین شبہہ کی گنجایش ہو تاہم ایک طرح کا
عام قاعدہ کُلیہ اوسکی شناخت کا در اصل موجود ہے جسکے سب مُقر ہین۔ یہ وہ بات
ہے جسکا ہر زمانے اور ہر ملک کے لوگون نے ظاہراً اقرار کیا ہے اور ظاہر مین
ہر شخص کے قول و فعل سے مترشح ہوتی ہے۔ اور کُل روے زمین کے انتظام
ملکی کے قوانین اصلیہ کا منشا یہی ہے کہ عدالت و صداقت اور خیر خواہی عام کی
تعمیل کو انسان پر واجب ٹھہراوین۔ پس جبکہ ایک عام طرح پر ظاہر ہے کہ ہم ایسی قوت
یا تمیز رکھتے ہین تو شاید اوسکی نسبت چند باتون پر صراحت کے ساتھہ لحاظ کرنا مفید ہو
اولاً غور کرنا چاہیئے کہ مطمح نظر اس قوت کے افعال ہین اور افعال سے
ہماری غرض نہ محض حرکت خارجیہ سے ہے بلکہ اوس مبدا یا نیت سے جس سے
فعل صادر ہوتے ہین یعنی اون مبادی عملیہ سے کہ اگر موقع اور محل پاتے تو
آدمی اونکے موافق عمل کرتے اور جبکہ یہ مبادی کسی شخص مین راسخ اور معتاد
ہو جاتے ہین تو ہم اِسکو اوس شخص کا خاصہ کہتے ہین۔ ایسا معلوم ہوتا ہے
کہ حیوانات غیر ذی عقل کو افعال پر بعد اونکے سرزد ہونے کے ادنیٰ التفات بھی
نہین ہوتا اور ارادت اور علت جس سے فعل کے وجود نے صورت پائی ہے
اونکے ادراک کے مطمح نظر ہرگز نہین ہین لیکن وے ہمارے ادراک کے مطمح نظر
ہین اور سواے انکے پسند اور ناپسند کرنے کی قوت کا اور کوئی مطمح نظر نہین ہے
افعال اور اطوار قطع نظر اپنے نتیجہ واقعیہ کے عقل عملی کے بالطبع مطمح نظر ہین جیسا
کہ حق و باطل کا تصور عقل نظری کا مطمح نظر ہے۔ نتیجون کی نیت خواہ وہ نتیجے نیک
ہون خواہ بد فی الواقع ہمیشہ داخل فعل ہوتی ہے کیونکہ یہ تو فعل کا جز و ہے اور

اگرچہ نیک یا بد نتایج کا جو نیت مین تھے ظہور نہو تو بھی ہم فعل پر اس طرح نظر کرتے ہین کہ گویا اونکا ظہور ہوا۔ اسی بنا پر قطع نظر اوس برائی یا بھلائی سے جو نیک یا بد خاصہ کے لوگ واقعی کرنے کی قدرت رکھتے ہین ہم اونکی اوضاع کو بھلا یا برا سمجھتے ہین۔ راحت یا رنج کی وجہ سے جو ہمارے عائد حال ہوتا ہے یا اون تاثیرات کی وجہ سے جو ہمارے دل پر ہوتی ہین اور جنکو ہم اپنے اختیار سے مطلقاً باہر سمجھتے ہین ہم بنظر برائی یا بھلائی کے اپنی اور غیرون کی تعریف نہین کرتے ہین اور نہ اپنے تئین اور نہ غیرون کو الزام لگاتے ہین بلکہ صرف اوس فعل کی وجہ سے جسکو ہم کرتے ہین یا درصورت قدرت رکھنے کے کرتے یا جسکو کرسکتے تھے اور نہ کیا یا باوجود قدرت رکھنے کے نکرتے امر مذکور ظہور مین آتا ہے۔

ثانیاً افعال کے نیک یا بد ہونے کا ادراک جو ہمکو حاصل ہے اوس سے اون افعال کا مستوجب جزا اور مستوجب سزا ہونا بھی نکلتا ہے شاید اس ادراک کا ایسا بیان کرنا کہ جمیع سوالات کا جو اوسکی نسبت کئے جاوین جواب دیا جاسکے دشوار ہو مگر ہر شخص افعال مخصوصہ کے مستوجب سزا ہونے کا ذکر کرتا ہے اور یقین ہے کہ کوئی نہ کہیگا کہ الفاظ مستوجب سزا کے اونکے نزدیک مطلقاً کچھ معنی نہین ہین۔ بہرحال ظاہر ہے کہ اوسکے یہ معنی نہین ہین کہ مشارکت انسانی کی بہبودی کے واسطے ہم یہ خیال کرتے ہین کہ مرتکب ایسے افعال کا واجب التعزیر ہے کیونکہ اگر کسی شخص کو ایسے فعل کے باعث کہ وہ فعل شر سے پاک ہو و بالاحق ہو جاوے اور یہ تجویز نامستحسن کیجاوے کہ اوسکو بلا غور و پرداخت مرنے دینا چاہیے

تاکہ ایسا نہو کہ اوسکے نزدیک آنے سے اور لوگون مین وبا پہیل جاوے ایسی صورت مین کوئی نہ کہیگا کہ وہ مستوجب ایسے سلوک کا تہا۔ بیگناہی اور مستوجب سزا ہونے کے خیال آپس مین منافی ہین مستوجب سزا ہونے کے لئے جرم لازم ہے اور اگرچہ ایک اونمین سے دوسرے کا جزو نہو تاہم ظاہراً اور طبعاً ہمارے ذہن مین وے دونون متلازم ہین۔ کسی شخص کو تکلیف مین دیکہنے سے ہمارا رحم اوسکی نسبت حرکت مین آتا ہے اور اگر یہ تکلیف کسی اور کی پہونچائی ہوئی ہے تو ہمارا غضب اوسکے پہونچانے والے کی نسبت مشتعل ہوتا ہے۔ لیکن جبکہ دریافت ہوتا ہے کہ وہ مصیبت زدہ شخص بدکار ہے اور اپنی دغابازی یا بیرحمی کی سزا پا رہا ہے تو ہمارا ترحم نہایت کم اور ہمارا غضب اکثر اوقات مطلقاً فرو ہوجاتا ہے۔ اس اثر کے پیدا ہونے کی وجہ تصور اوس شئے کا ہے جو اوس مصیبت زدہ کی نسبت ظہور مین آیا اور جسکو ہم مستوجب سزا ہونا کہتے ہین پس جبکہ ہم بدی کے تصور اور تکلیف کے تصور پر غور کرتے ہین یا اونپر باہم نظر ڈالتے ہین تو ایک تیسرا تصور مستوجب سزا کا پیدا ہوتا ہے۔ پس بنی آدم مین دو تصور کا باہم ارتباط ہے۔ ایک طبیعی اور اخلاقی بدی دوسرا شرارت اور سزا۔ اگر یہ ارتباط صرف صنعی یا اتفاقی ہوتا تو اوسکو کچہہ وقعت نہوتی مگر چونکہ یہ ارتباط لاکلام طبیعی ہے لہذا بجاے اسکے کہ اوسکی عقدہ کشائی سے اعراض کیا جاے ہمارا اوسپر توجہ کرنا ازبس ضروری معلوم ہوتا ہے۔

مستوجب جزا اور مستوجب سزا کے ادراک کی نسبت جو ہمکو حاصل ہے یہی کہہ سکتے ہین کہ مستوجب جزا ہونے کا ادراک نیکیون متداولہ کی نسبت ازبس

ضعیف ہے۔ اوسکی ایک وجہ یہ ہوسکتی ہے کہ دیکھنے والے کو دریافت نہین ہوتا کہ اس طرح کے افعال نیک کسقدر مبدا نیکی سے برآمد ہوتے ہین یا یہ مبدا کسقدر غلبہ پر ہے کیونکہ نیکی کا ادنی لحاظ بھی آدمیون کو روزمرہ کے بہتیرے معاملات مین اعمال حسنہ پر آمادہ کرنیکے لئے کفی ہے اور علی ہذا القیاس وہ ادراک جو ہم اعمال بد کے مستوجب سزا ہونے کا رکھتے ہین بقدر اوس تحریص کی زیادتی کے جو انسان کو خاص بدیون کے ارتکاب پر برانگیختہ کرتا ہے کم ہوجاتا ہے۔ چونکہ انسان مین بدی کا وجود مبدا نیکی کے نہونے پر خصوصاً موقوف ہے پس فرض کیجیے اگر کوئی شخص تکلیف دہی سے کسی امر پر راضی ہوجاوے تو اوس سے یہ دریافت نہین ہوتا کہ مبدا نیکی کسقدر موجود نہ تھا۔ بلکہ صرف اسقدر دریافت ہوتا ہے کہ مبدا نیکی اوسکو اسقدر حاصل نہ تھا کہ اوس تحریص پر غالب آتا لیکن ممکن ہے کہ اوسکو اسقدر حاصل ہو کہ ادنی تحریص کی حالت مین ثابت قدم رہتا۔

ثالثاً فاعل کے افعال کا اوسکی طبیعت اور لیاقتون کے ساتھہ مقابلہ کرنے سے بدی اور مستوجب سزا کا ادراک پیدا ہوتا ہے اور اوسی کا نتیجہ ہے۔ کیونکہ اپنے واجبات کے بجالانے مین غفلت کرنے کو سب آدمی اکثر حالتون مین ازبس برا سمجھتے ہین اور یہ راے بالضرور مقابلہ کرنے سے پیدا اور اوسی کا نتیجہ ہوگی کیونکہ اون مخلوقات مین جو باعتبار طبائع اور لیاقتون کے مثل حیوانات غیر ذی عقل کے غیر ہین اس طرح کی غفلت شر مین داخل نہین ہے۔ اور کیفیت مطلق بدیون کی بھی یعنی اون بدیون کی جو امر ناکردنی پر مشتمل ہین ایسی ہی ہے۔ کیونکہ

ہر ایک شخص کا ادراک نسبت اوس ضرر کے جو ایک پیدایشی مسلوب العقل یا مجنون
یا بچے سے وقوع مین آیا مغائر ہے اوس ادراک کا جو بہ نسبت اوس ضرر کے
ہے جو ایک صاحب عقل سے سرزد ہوا گو دونون کے افعال اور نیت جو افعال کا
ایک جزو ہے ایک ہی ہون اور یہ امر ممکن ہے اس لئے کہ پیدایشی مسلوب العقل
اور مجنون اور بچے نہ صرف زیان پہونچانے بلکہ ارادہ کرنے کی بھی لیاقت
رکھتے ہین - یہ مغائرت ضرور کسی ایسی وجہ سے پیدا ہوگی جو ایک کی طبیعت
یا لیاقتون مین پائی گئی جسکے باعث فعل برا ٹھہرا اور دوسرے مین اوسکے
عدم وجود سے وہی فعل شر سے معرا یا کم زبون سمجھا گیا اور اس سے یہ بات
صاف صاف پائی جاتی ہے کہ کسی فعل کے قبیح قرار دینے سے پیشتر فاعل کے
فعل اور لیاقتون کے درمیان مقابلہ ہوا خواہ اوسپر لحاظ کیا گیا ہو یا نہ کیا گیا ہو -
پس وے افعال جنکو ہماری قوت ممیزہ قبیح ٹھہراتی ہے غیر ملائم اور نامناسب
اور ناموزون اور ناسزا کی صفات سے موصوف کئے جاتے ہین -

رابعاً یہ امر قابل غور ہے کہ آیا انسان کو معاملات اخلاقیہ مین اپنے تئین بہ نسبت
اور لوگون کے بلا وجہ خوار کرنے کا اور نفس پرستی سے فی الحال کے ادنی التذاذ
نفس کے لئے اپنے فائدہ بزرگ تر مین غفلت کرنے کا نسبت اورون کے
خوار کرنے اور اونکی بہبودی مین غفلت کرنے کے جنکی حفاظت اونکو قانون قدرت
سے تفویض کی گئی کیا زیادہ اختیار حاصل ہے؟ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اپنے
فائدے یا خوشی کے لئے فکر مناسب کرنا اور اوسکے حصول اور ترقی کے لئے
کوشش واجب عمل مین لانا (اور میری دانست مین یہی معنی ہماری زبان

مین لفظ عاقبت اندیشی کے ہین) نیکی عبارت اسی سے ہے اور رفتار برعکس
خطا اور تقصیر مین داخل ہے - کیونکہ فکر کی نہایت سنجیدہ حالت مین اپنے اور
نیز اورون کی نسبت ہم طریق اول کو پسند اور ثانی کو ناپسند کرتے ہین - یہ پسندیدگی
اور ناپسندیدگی اپنی یا اورون کی خوشی کی محض آرزو ہی آرزو سے اور نیز اوس
افسوس سے جو اوس خوشی کے ہاتھہ سے جاتے رہنے پر عائد حال ہوتا ہے
مطلقاً مغائر ہے - کیونکہ قسم اخیر کے ادراک کا مطمح نظر یا محل خاطرجمعی یا بیچینی ہے
اور برخلاف اسکے ادراکِ اول یعنی پسندیدگی اور ناپسندیدگی کا مطمح نظر رفتار عملی
ہے - دوسری صورت مین ہمارے خیالات ہماری حالت پر اور پہلی صورت مین
ہماری رفتار پر قائم ہوتے ہین - درحقیقت ناعاقبت اندیشی اور نادانی کی ناپسندیدگی
خواہ اپنے خواہ غیرون کی نسبت طبیعت عالم سے ہمکو اسقدر زیادہ عطا نہین
ہوئی ہے جسقدر کذب اور بے انصافی اور بیرحمی کی عطا ہوئی ہے - اوسکی وجہ
یہ معلوم ہوتی ہے کہ بسبب اپنے نفع اور بہبودی کے خیال کے جو عادةً ہمارے
ہمیشہ دامنگیر رہتا ہے اوسقدر قوی ناپسندیدگی کی ضرورت اور احتیاج کم پڑتی
ہے کہ ہمکو اپنی خوشی کی تحصیل مین ناعاقبت اندیشی سے غفلت کرنے اور
نادانی سے اپنے تئین ضرر پہونچانے سے باز رکہے مگر ہمکو اورون کو ایذا
دینے سے باز رکہنے کے لئے جنکی بہبودی ہمارے ہر وقت اسقدر مدِنظر
نہین رہ سکتی اس ناپسندیدگی کی زیادہ ضرورت اور احتیاج ہوتی ہے - اور
اوسکی وجہ یہ بہی معلوم ہوتی ہے کہ اس لحاظ سے کہ ناعاقبت اندیشی اور
نادانی کی سزا نسبت ایذارسانی کی سزا کے ہمیشہ جلدتر عائد ہوتی ہے لہذا

اوس سزاے مستزاد کی کم احتیاج پڑتی ہے جو اوسپر اورون کی طرف سے
عائد ہوتی اگر اونکو ناعاقبت اندیشی کی نسبت ویسا ہی غضب ہوتا جو بے انصافی
اور دغابازی اور بیرحمی کی نسبت ہے۔ علاوہ اسکے چونکہ مصیبت اور ادبار
خود ہی بالطبع محل ترحم ہے پس وہ ادبار جسکو لوگ اپنے اوپر عائد کرتے ہین
گو وہ عمداً کیون نہو ہم مین کسی قدر اونکی نسبت رحم پیدا کرتا ہے اور اوس وجہ
سے ہمارا عتاب اونکی نسبت کم ہو جاتا ہے۔ مگر تاہم یہ امر تجربے سے حاصل
ہے کہ ہماری سرشت ایسی ہے کہ ہم غفلت اور نادانی عظیم پر خواہ اپنی ہو خواہ
غیرون کی نہایت درشتی سے نظر کرتے ہین۔ اس قسم کے معاملات مین لوگ
اکثر اپنی نسبت تاسف سے اور دوسرون کی نسبت گونہ خشمناکی سے یہ کہتے
ہین کہ وے مستوجب اون تکالیف کے تھے کیونکہ اونھون نے اونکو اپنے اوپر
عائد کیا اور متنبہ نہوئے۔ اور خاصکر جبکہ آدمی باوجود نصائح چند درچند کے بدصرفی
کی وجہ سے مفلسی اور تباہی مین مبتلا ہوتے ہین گو کذب اور بے انصافی کے
ساتھہ متہم نہون تو اس صورت مین ہم ایسے لوگون کو اون لوگون کے ساتھہ
واجب الرحم نہین سمجھتے ہین جو ویسی ہی حالت مین اتفاقات ناگزیر سے مبتلا ہوئے
ہین۔ ان باتون سے معلوم ہوتا ہے کہ عاقبت اندیشی ایک نوع نیکی مین اور
نادانی بدی مین داخل ہے۔ نادانی کے معنی محض عدم لیاقت سے مطلقاً مستثنا
ہین اور وہ معنی یہ ہین یعنی بے فکری اور عدم توجہی نسبت اپنی راحت کے
جسکی ہم لیاقت رکھتے ہین۔ اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس لفظ کے معنی مشتبہ
مین مطلب مذکورۂ بالا واجباً داخل ہے کیونکہ ہم اوسکا استعمال حیوانات غیر ذی عقل

کی نسبت نہین کرتے ہین۔

بہرحال اگر کسی شخص کو عاقبت اندیشی اور نادانی کی نسبت الفاظ نیکی اور بدی کے استعمال کئے جانے مین کلام ہو تو مجکو اون الفاظ کے ترک کرنے سے ہرگز انکار نہین ہے مگر البتہ مین اس بات پر مصر ہون کہ ہماری قوت باطنیہ جو افعال کے درمیان تمیز کرتی ہے اون افعال کو جو عاقبت اندیشی مین داخل ہین پسند اور اونکو جو ناعاقبت اندیشی مین داخل ہین ناپسند کرتی ہے مین کہتا ہون کہ افعال فی نفسہ عاقبت اندیشی اور ناعاقبت اندیشی کے ساتھہ موصوف ہونے کے لحاظ سے اور قطع نظر اوس راحت اور رنج سے جسکے وے باعث ہوتے ہین پسند یا ناپسند کئے جاتے ہین اور بیان مذکور سے اس بات کی تنقیح مین بہی مدد ملیگی کہ اس اعتراض مین کہ دین ہمین خودغرضی کی تعلیم کرتا ہے کتنی صداقت ہے۔

خامساً بلا تفتیش اس امر کے کہ کہان تک اور کس معنی سے نیکی کو شفقت اور بدی کو عدم شفقت قرار دیسکتے ہین یہ کہنا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اگر شفقت اور عدم شفقت پر فرداً فرداً غور کیا جاوے تو دریافت ہوگا کہ وے کلیتہً نیکی اور بدی ہرگز نہین ہین کیونکہ اگر یہ صورت ہوتی تو اپنے یا غیرون کے چال وچلن پر نظر کرنے مین ہماری عقل عملی اور قوت تمیز کو سواے شفقت کی زیادتی یا کمی کے کسی اَور بات پر توجہ نہوتی یعنی نہ تو ہم شفقت کو بعض آدمیون کے حق مین بہ نسبت دوسرون کے زیادہ پسند کرتے اور نہ کذب اور بے انصافی کو کسی اَور وجہ سے سواے اسکے کہ ایک سے غالباً خوشی کی اور دوسرے سے

تکلیف کی افراط برآمد ہوتی معلوم ہوتی ہے ناپسند کرتے لیکن اب اسکے خلاف
فرض کیجیے کہ دو شخص کسی شئے کے طالب ہین جو دونون کے لیئے برابر مفید
ہے اگرچہ اس صورت مین کسی غیر شخص کا کوشش کرنا کہ ایک کو اونمین سے
دوسرے پر ترجیح دے کے شئے مطلوب دستیاب ہو جاوے مداخلت بیجا
متصور ہوگا تاہم قطع نظر نتائج بعیدہ کے جو اوس سے پیدا ہون اس طرح کی
کوشش کسی دوست یا مربی کے حق مین کرنی نیکی مین داخل ہے از انجا کہ امر
مذکور بطور نمونۂ احسان اور ترقی اتحاد کے دنیا کے لیے عموماً فائدہ بخش ہوگا۔
پھر فرض کیجیے کہ کوئی شخص دغا یا تعدی سے دوسرے کی محنت کا ثمرہ چھین لے
تاکہ تیسرے شخص کو اس خیال سے دیوے کہ اوسکو اسقدر خوشی حاصل ہوگی جو
مساوی ہو اوس خوشی کے جو مالک اول کو اوسکے تمتع سے ہوتی اور اوس رنج
کے جو اوسکو اوسکے جاتے رہنے سے لاحق حال ہوگا اور یہ بھی فرض کیجیے کہ کسی
طرح کے نتائج قبیحہ اوس سے نہ نکلین تاہم ایسا فعل یقیناً قبیح ہوگا۔ علاوہ اسکے اگر
دغا بازی اور تعدی اور بے انصافی کسی اور اعتبار سے قبیح نہوتی بجز اسکے کہ اوس
سے مشارکت انسانی کی تکلیف غالباً با فراط متصور ہے تو اگر کسی صورت مین کوئی
شخص اپنے لئے کسی بے انصافی کے فعل سے اسقدر فائدہ حاصل کرسکتا ہو جو اوس
کل تکلیف کے برابر ہو جسکا بوجہ اوس بے انصافی کے اورون پر غالباً عائد ہونا
دور اندیشی سے معلوم ہوسکتا ہو تو ایسی بے انصافی خطا یا قبح مین اصلا داخل نہوگی
کیونکہ یہ بات تو ایسی ہوگی جیسے کسی اور حالت مین کوئی شخص اپنی خاطر جمعی کو دوسرے
کی خاطر جمعی پر بطریق مساوی ترجیح دیوے پس تقریر مذکور سے یہ امر واقعی معلوم

ہوتا ہے کہ ہماری طبیعت کی خلقت ایسی ہے کہ ہم کذب کو اور تشدد بلا وجہ اور
بے انصافی کو ناجائز جانتے ہین اور شفقت کو بعضون کے حق مین بہ نسبت
دوسرون کے پسند کرتے ہین قطع نظر اس خیال کے کہ کون سے سلوک سے
خوشی یا تکلیف با فراط غالباً پیدا ہوگی۔ لہذا اگر بالفرض طبیعت عالم کے موجد کو
صرف خوشی کا پیدا کرنا مقصود ہے اگر اوسکا خاصہ اخلاقی محض شفقت ہے اور
بس تاہم ہمارا خاصہ یہ نہین ہے۔ بموجب قیاس مذکور کے اس بات کی وجہ
کہ ہمکو بعض شخصون کے حق مین زیادہ بہ نسبت دوسرون کے شفقت کی پسندیدگی
اور کذب اور تشدد بلا وجہ اور بے انصافی کی ناپسندیدگی مذکورہ بالا عطا کیگئی ہے
بالضرور یہ ہوگی کہ اوسکے علم مین تھا کہ ہماری طبیعت کی اس طرح کی خلقت سے
بہ نسبت اسکے کہ وہ ہمکو عام طرح پر شفقت محض کے مزاج پر پیدا کرتا زیادہ خوشی
حاصل ہوگی۔ مگر چونکہ ہماری سرشت ایسی ہے تو کذب اور تشدد اور بے انصافی
ہم مین بالضرور قبیح ہونگی اور بعض کی نسبت اورون پر ترجیح دے کر شفقت
عمل مین لانا نیکی مین داخل ہوگا قطع نظر اس خیال کے کہ اون سے نیکی خواہ
بدی با فراط پیدا ہوتی معلوم ہو۔

پس اگر انسان ایسی طبیعت ممیزہ سے جسکا ہم نے بیان کیا ہے یا
قوت ممیزہ سے جسکا مطمح نظر بالطبع فعل ہے مزین ہے تو اس صورت مین
حکومت ممیزہ اس بات پر مشتمل ہوگی کہ انسان کو بموجب تعمیل یا غفلت یا
انحراف کے اوس قاعدہ اخلاقیہ سے جو اونکی طبیعت مین مرتسم ہے یا جسکی
طرف یہ قوت ممیزہ اشارہ اور تاکید کرتی ہے خوشی یا رنج پہونچایا جاوے یعنی

اونکی جزا اور سزا اونکے اعمال پر موقوف رکھی جاوے۔
میری دانست مین بیان پنجم سے کسی مصنف کی راے کا تخالف نہین نکلتا ہے لیکن میرا البتہ یہ خیال ہے کہ بعض شخصون نے جنکی لیاقت مشہور و معروف ہے اپنا مطلوب اس طرحپر بیان کیا ہے جس سے بے احتیاط پڑہنے والون کے ایسا خیال کرنیکا خطرہ متصور ہے کہ نیکی صرف اس بات پر کُلیتہً مشتمل ہے کہ عقلاً حتیٰ المقدور اور حالت موجودہ مین انسان کی خوشی کو ترقی دیجاوے۔ اور بدی کُلیتہً ایسے فعل کے کرنے پر جسکو پیش بینی سے ہم معلوم کرتے ہین یا کرسکتے ہین کہ غالباً حالت موجودہ مین رنج با فراط پیدا کریگا مشتمل ہے۔ یہ غلطیان ازبس خطرناک ہین کیونکہ یہ امر یقینی ہے کہ بے انصافی اور زنا اور قتل اور حلف دروغی بلکہ ایذارسانی کی بہی بعض مثالین جو ازبس مکروہ ہین بہت سی فرضی حالتونمین ایسی ہون کہ ظاہرا اون سے حالت موجودہ مین تکلیف افراط کے ساتھہ غالباً پیدا ہوتی نہ معلوم ہو بلکہ شاید کبہی صورت اسکے خلاف معلوم ہو۔ خیال مذکور کو بآسانی ساتھہ شرح و بسط کے بیان کرسکتے ہین مگر مجکو اسی پر اکتفا کرنا مناسب معلوم ہوا۔ دنیا کی راحت کی فکر کرنا اوسکا کام ہے جو اوسکا مالک اور خداوند ہے اور جبکہ ہم علاوہ اون طریقون کے جو اوسنے بتائے ہین (یعنی وے جمیع طریقے جو صداقت اور عدالت کے خلاف نہین ہین) بطریق دیگر انسان کی بہبودی کی ترقی مین کوشش کرتے ہین تو ہم نہین جانتے کہ کیا کررہے ہین یہ بات اس قیاس پر کہی گئی کہ بیشتر اشخاص بلالحاظ صداقت اور عدالت کے کسی نہ کسی طرحپر فائدہ پہونچانے کی واقعی کوشش کرتے ہین۔ مگر حق تو یہ

معلوم ہوتا ہے کہ اس طرح کی فرضی کوشش بیشتر تو ہوا و حرص اور کسی فریق کی طرفداری یا کسی ٹیڑہے اور پھیر کے اصول سے جو شاید خود اون شخصون سے بہت کچھ پوشیدہ ہو پیدا ہوتی ہے۔ اور اگرچہ ہمپر واجب اور فرض ہے کہ اپنے ہمجنسون کے چین و آرام بلکہ نیز انبساط و انشراح طبع مین جہان تک کہ دائرہ صداقت اور عدالت سے خروج لازم نہ آوے مدد کرین تاہم ہماری کوتاہ بینی کے باعث یہ امر ازبس مشتبہہ ہے کہ آیا یہ کوشش حالات مخصوصہ مین بنظر کُل کے زیادہ خوشی پیدا کریگی یا نہین خاصکر جبکہ بہت سے معاملات بعیدہ کا لحاظ لازم آتا ہو۔ اور امر مذکور ہمپر دو وجہ سے فرض ہو جاتا ہے اول تو یہ کہ خوشی پیدا ہونے کی کچھ ظاہر صورت پائی جاتی ہے اور کوئی ایسی یقینی صورت جو اوسکے خلاف ہو پائی نہین جاتی دوم یہ کہ ایسی خیر اندیشی کی کوشش اوس نہایت عمدہ اور بہترین اصول نیکی یعنی شفقت کے مبدر فعل کی اصلاح اور ترقی دینے مین داخل ہے۔

اگرچہ ضرور ہے کہ صداقت اور نیز عدالت ہمارا دستور العمل ہون تاہم یہ کہنا ضرور ہے ورنہ بعض سادہ لوگون کے مغالطہ کا باعث ہوگا کہ عام طریقہ گفتگو کا استعمال جو عام فہم ہے کذب مین داخل نہین ہے اور بیشتر تو یہ بات ہے کہ جب مغالطہ دینے کا قصد نہین ہے تو عمداً کذب کا وجود ہو نہین سکتا۔ اور اسپر بھی لحاظ کرنا چاہیئے کہ بیشمار حالتون مین ایسی صورت کا پیدا ہونا ممکن ہے جسمین کسی شخص پر اوس امر کی ذمہ داری لازم ہو جاوے جسکی نسبت وہ پیش بینی سے دریافت کر سکتا ہے کہ وہ امر اوسکے بلا ارادہ مغالطہ دینے کا باعث ہوگا۔ کیونکہ

یہ امر تو عیان ہے کہ مختلف منصبون اور پیشون اور تعلیمون کے آدمیون کے قول وفعل کا آپسمین غلط سمجہا جانا ضرور جاری رہیگا۔ اور امر مذکور تو خواہی نخواہی ظہور مین آویگا جب تک کہ وے اون معاملات مین جنکی نسبت وے شاید بعد تامل بسیار کے بہی راے دینے کی لیاقت نہین رکہتے کمال بے پروائی سے جیسا کہ روزمرہ کرتے ہین راے دینا ترک نکرین +